Ref Avisual ylossary of Eeligious Symbols About out .com

Alternative Riligions.http://altretion.about.com

درج بالا دونوں Web Sites پر سینکڑوں سمبل یا علامات دیے گئے ہیں۔ جنکا مطالعہ نہایت مفید ہوگا۔

فارمولا برائے منتقلی کیلنڈر: اب ایک مفید معلومات پیش کرتا ہوں۔ یوں تو بہت سے طریقے موجود ہیں ۔مگر آسان طریقہ یہ ہے جس کو استعمال کر کے ہم سنہ ہجری کا عیسوی سال یا فقط سنہ عیسوی معلوم ہو تو اس سے سنہ ہجری معلوم کر سکتے ہیں۔

Gregarian year =[(32*Higrayear)/33]+632

Higra year =[(gregarianyear-622)33]/32

نوٹ: بعض اوقات گریگوری اور اسلامی ہجری سال ساتھ ساتھ بھی آجاتے ہیں مثلاً جنوری ۲۰۰۸ء میں ۱۴۲۸ھ کے آخری ایام شامل ہے اور اسی ۲۰۰۸ء میں ۱۴۲۹ھ کا پورا سال شامل ہے ۔۱۴۳۰ھ کے شروع کے ایام دسمبر ۲۰۰۸ء میں شامل ہونگے ۔اس طرح دیکھتے ہیں کہ ۲۰۰۸ء اور ۱۴۲۹ھ ساتھ ساتھ چلتے نظر آئینگے۔

اختتام

کسی عنوان پر کوئی بھی تحریر آخری کلام نہیں ہوسکتی اسلامی ہجری کیلنڈر کی تدوین ،ترویج اور اسکے نفاذ کا مسئلہ کوئی بڑا پیچیدہ معاملہ نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہم بعض اخباروں ،رسالوں اور کیلنڈر پر عیسوی تاریخوں کے ساتھ ہجری تاریخیں بھی دیکھتے ہیں۔ مگر یہ خال خال ہیں ۔اسلامی ہجری کیلنڈر کی جو پذیرائی اور اہمیت ہمارے پاکستانی اسلامی معاشرہ میں ہونی چاہیے وہ نظر نہیں آتی۔

لہٰذا شعار اسلامی کی حفاظت کے لئے اور یاد دہانی کے لئے یہ تحریر پیش کی گئی ہے۔ امید کہ دوسرے محققین اور دانشور بھی آگے آئیں گے۔ وما توفیقی الا باللہ .علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم .

مزارعت اور قرآن مجید

مولانا محمد طاسینؒ

چونکہ اسلامی شریعت وقوانین کا اصل الاصول اور حقیقی ماخذ ومرچشمہ قرآن مجید ہے لہٰذا سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں اس معاملہ کے متعلق کیا ہدایت وراہنمائی ہے۔ وہ اسے جائز قرار دیتا ہے یا ناجائز ٹھہراتا ہے، اس کا جواب دینے سے پہلے مناسب ومفید ہوگا کہ اصولی بات عرض کر دی جائے اور وہ یہ کہ ہم جب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن مجید ہدایت کے لحاظ سے ایک جامع اور کامل کتاب ہے اور اس میں حیات انسانی کے ہر مسئلہ سے متعلق ہدایت وراہنمائی موجود ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ حیات انسانی کے تمام جزوی مسائل کے متعلق اس کے اندر تفصیلی احکام پائے جاتے ہیں کیونکہ یہ بدیہی طور پر غلط اور خلاف واقعہ ہے۔ اس وجہ سے کہ قرآن مجید میں ایسے جزوی مسائل بہت تھوڑے سے ہیں جن کے متعلق صراحت کے ساتھ تفصیلی احکام مذکور ہیں اور چونکہ زندگی کے جزوی مسائل بے شمار اور لاتعداد ہیں ۔لہٰذا ناممکن ہے کہ کوئی ایک کتاب ان لاتعداد مسائل اور ان کے متعلق جزوی وتفصیلی احکام پر محیط وحاوی ہو خواہ وہ سینکڑوں جلدوں پر ہی مشتمل کیوں نہ ہو، بلکہ ہمارے اس دعوے کا صحیح مطلب یہ ہوتا اور یہ ہی ہوسکتا بھی ہے کہ قرآن مجید اصول ومبادی اور بنیادی افکار وتصورات کے لحاظ سے جامع وکامل کتاب ہدایت ہے۔ یعنی اس کے اندر وہ اصول کلیہ اور مبادی عامہ بتمام وکمال موجود ہیں جو حیات انسانی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے اور ہر شعبہ کے جزوی مسائل کے لئے راہنمائی وروشنی دیتے ہیں اور کی راہنمائی وروشنی میں ہر مسئلے کا قرآنی حل سمجھا اور دریافت کیا جاسکتا ہے۔ قرآن حکیم میں بعض جزوی مسائل سے متعلق جو تفصیلی احکام ہیں غور سے دیکھا جائے تو وہ بھی قرآن کے اساسی اصول وتصورات پر مبنی ہیں اس طرح صحیح احادیث میں جزوی مسائل کے متعلق جو تفصیلات ہیں وہ بھی دراصل قرآن حکیم کے بنیادی اصول وضوابط اور اساسی افکار وتصورات کی علمی تشریح وتوضیح ہیں اور ان کا قرآن مجید سے گہرا اور مضبوط تعلق ہے۔

لیکن یہاں یہ بات واضح کر دینا نہایت ضروری ہے کہ قرآن مجید میں زندگی کے ہر شعبے اور ہر پہلو سے متعلق جو اصول کلیہ اور مبادی عامہ ہیں وہ اس اسلوب بیان سے نہیں جس اسلوب بیان سے وہ وضعی علوم سے متعلق انسانی تصنیفات میں ہوتے ہیں۔ اس سے مراد یہ کہ ان میں اصول کلیہ اور مبادی عامہ کا الگ، مستقل اور مجرد ذکر ہوتا اور ان کی وضاحت کے لئے جزوی مثالوں کا الگ ذکر ہوتا ہے جیسے کہ ہم عمرانیات، معاشیات، سیاسیات، ریاضیات، طبیعیات، فقہ وقانون، اصول الفقہ، منطق اور صرف ونحو وغیرہ کی کتابوں میں دیکھتے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید میں وہ اصول ومبادی پچھانے جزیوں کے ضمن میں مذکور ہیں اور ان کو صرف وہی لوگ جان اور سمجھ سکتے ہیں جو غور وفکر اور استنباط واستخراج کی ممتاز صلاحیت اور استدلال کے مختلف طریقوں سے واقفیت رکھتے ہیں۔

دراصل اس بارے میں قرآن کریم کا اسلوب وطریقہ یہ ہے کہ وہ جب ایک نوع کے کثیر التعداد مسائل کے متعلق اپنا کوئی کلی حکم دینا چاہتا ہے کہ وہ جائز ہیں یا ناجائز تو وہ ان مسائل میں سے ایک ایسے مسئلہ کے متعلق حکم دیتا ہے جو عام طور پر معروف اور جانا پہچانا ہوتا ہے، اس میں گویا وہ یہ فرماتا ہے اور ہدایت دیتا ہے کہ میرے نزدیک جو حکم اس خاص مسئلے کا ہے، جس کی حقیقت وماہیت کو تم جانتے پہچانتے ہو۔ یہی حکم ہر اس مسئلے کا ہے جو اپنی ماہیت وحقیقت، اپنی روح واسپرٹ اور اپنے اثرات ونتائج کے لحاظ سے اس خاص مسئلہ سے ملتا جلتا اور مماثلت ومشابہت رکھتا ہے۔ اس طرح ایک جزیے کے ضمن میں کلیہ مذکور ہوتا ہے، استدلال کے اس طریقہ کا نام منطق میں تمثیل اور اصول الفقہ میں قیاس ہے۔

غور سے دیکھا جائے تو استدلال کا یہ طریقہ کئی وجوہ سے بہتر اور احسن طریقہ ہے اس وجہ سے بھی کہ یہ آسان وسہل ہے۔ کیونکہ ایک معلوم جزیے کے ذریعے دوسرے نامعلوم جزیے کا علم حاصل کرنا آسان ہوتا ہے بہ نسبت اس علم کے جو ایک کلیے کے ذریعے نامعلوم جزیے کا حاصل کیا جاتا ہے، یعنی ایک جزیے سے دوسرے جزیے کو سمجھنا آسان ہوتا ہے، بمقابلہ ایک کلیے سے جزیے کو سمجھنے کے، یہ اس لئے کہ جزیہ خارج میں اور محسوس ہوتا ہے جبکہ کلیہ ذہن میں اور غیر محسوس ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ محسوس سے محسوس پر استدلال آسان ہوتا ہے بہ نسبت غیر محسوس یعنی معقول سے محسوس پر استدلال سے اور اس وجہ سے بھی یہ طریقہ استدلال بہتر واحسن ہے کہ اس میں غلطی کا امکان کم ہوتا ہے یعنی کلیے کو جزیے پر منطبق کرنے میں غلطی کے احتمال سے، کیونکہ کلیے کو جزیے پر منطبق کرنے میں عقل کا زیادہ دخل ہوتا ہے جبکہ جزیے کو جزیے پر منطبق کرنے میں حواس ظاہری کا دخل ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر پہلا طریقہ

موضوعی نوعیت کا اور دوسرا طریقہ معروضی نوعیت کا ہے یا یوں کہئے کہ پہلا استخراجی اور دوسرا استقرائی ہے، علاوہ ازیں قرآن کا تعلیم کردہ طریق استدلال فطری ہے۔ اس کا ثبوت یہ کہ سن شعور سے پہلے ایک بچہ بھی اسی طریق استدلال سے کام لیتا ہے اور فطرتاً اس سے مانوس ہوتا ہے۔ وہ ہر اس دوسری چیز کو پسند کرتا ہے جو اس کی پہلی پسندیدہ چیز کے مماثل ہوتی اور ہر اس چیز سے گریز کرتا ہے جو اس کی پہلی گریز شدہ چیز سے مماثلت رکھتی ہے۔

غرضیکہ اصول کلیہ اور مبادی عامہ کے بیان میں قرآن مجید کا جو اسلوب ہے وہ نسبتاً آسان، غلطی سے محفوظ، حسی اور فطری اسلوب ہے لہٰذا ایک بہتر اور احسن اسلوب ہے۔

معاشی معاملات کے جواز وعدم جواز سے متعلق قرآن حکیم کا جو اصل کلی اور مبدأ عام ہے وہ بھی اسی اسلوب سے بیان کیا گیا ہے یعنی دو جزوی معاملات سے متعلق دو مختلف حکموں میں بیان کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں فرمان الٰہی ہے:

واحل الله البیع وحرم الربو

''اور اللہ نے معاملہ بیع کو حلال اور معاملہ ربوٰ کو حرام ٹھہرایا''

قرآن حکیم کی اس آیت میں بظاہر دو جزوی اور مخصوص معاشی معاملات کے متعلق دو مختلف حکم ہیں۔ معاملہ بیع کے متعلق یہ حکم کہ وہ حلال وجائز ہے اور معاملہ ربا کے متعلق یہ کہ وہ حرام وناجائز ہے۔ لیکن یہ دو حکم ان دو معاملوں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ان کی طرح کے دیگر تمام معاملات کے لئے عام ہیں، گویا اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ہر وہ معاشی معاملہ جو اپنی ماہیت وحقیقت، بناوٹ وساخت، روح واسپرٹ اور اپنے اثرات ونتائج کے لحاظ سے معاملہ بیع کے مشابہ ومماثل ہو وہ حلال وجائز اور ہر وہ معاملہ جو اپنی حقیقت وماہیت، اپنی روح وغایت اور اپنے اثرات ونتائج کے لحاظ سے معاملہ ربوٰ سے مماثلت ومشابہت رکھتا اور ملتا جلتا ہو وہ حرام وناجائز ہے۔ اس طرح اس آیت میں گویا دو قاعدے کلیے بیان کئے گئے ہیں جن کی روشنی میں کثیر التعداد معاشی معاملات کے بارے میں قرآنی حکم معلوم کیا جا سکتا ہے یعنی یہ کہ کونسے معاملات آتے ہیں جو معاملہ بیع سے کامل مشابہت رکھتے ہیں دوسری قسم کے معاملات میں وہ تمام معاملات داخل ہیں جو معاملہ رِبٰو سے کامل مماثلت رکھتے ہیں اور تیسری قسم کے معاملات میں وہ جملہ معاملات آتے ہیں جو ایک پہلو سے معاملہٗ بیع سے مشابہ اور دوسرے پہلو سے معاملہ رِبٰو سے مشابہ ہوتے ہیں۔

معاملۂ بیع کی حقیقت و ماہیت جو عام طور پر جانی پہچانی ہے یہ کہ اس میں تاجر اپنے سرمائے کے ساتھ خرید و فروخت کا کام کرتا ہے اور نفع کماتا ہے لہٰذا اس معاملے میں تاجر کو اپنے اصل سرمائے پر بطور نفع جو زائد مال ملتا ہے اس کے عوض اس کی طرف سے دماغی و جسمانی محنت و مشقت موجود ہوتی ہے۔ اس کی دماغی محنت وہ ہوتی ہے جو وہ سامان تجارت خریدنے اور بیچنے سے پہلے سوچتا اور غور و فکر کرتا ہے کہ کیا چیز کہاں سے اور کب خریدے اور پھر کہاں اور کب فروخت کرے، اور اس کی جسمانی محنت و مشقت وہ دوڑ دھوپ اور تگ و دو ہوتی ہے جو وہ ادھر ادھر جانے آنے، سامان خریدنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے اور اس کی حفاظت و دیکھ بھال کے سلسلہ میں کرتا ہے، بنا بریں ہر وہ معاشی معاملہ معاملہ بیع کے مشابہ و مماثل قرار پائے گا جس میں حاصل ہونے والے زائد مال اور منافع کے بالمقابل آدمی کی دماغی جسمانی محنت و مشقت موجود ہوتی ہے۔

اور معاملہ ربوٰ کی حقیقت و ماہیت جسے سب کاروباری لوگ جانتے پہچانتے ہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس میں ایک فریق اپنا مال دوسرے کو استعمال کے لئے بطور قرض دیتا ہے اور شرط لگاتا ہے کہ مقررہ میعاد کے بعد اسے اس کا اصل مال مع اضافے کے واپس کرنا پڑے گا۔ لہٰذا اس میں مقرض یعنی قرض دینے والے کے لئے اس کا اصل مال بھی بغیر کسی نقصان کے پوری طرح محفوظ رہتا ہے۔ کیونکہ مقررہ وقت پر اس کے ادا کرنے کی قانونی ضمانت موجود ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے اصل مال پر جو زائد لیتا ہے اس کے بدلے اس کی طرف سے مقروض کے لئے کوئی مادی شے موجود ہوتی ہے جو اس زائد مال سے مماثلت رکھتی ہو اور نہ کوئی پیدا آور محنت موجود ہوتی ہے جس کی اجرت اس زائد مال کے برابر ہو۔ لہٰذا ہر وہ معاشی معاملہ، معاملہ ربوٰ کے مماثل و مشابہ ٹھہرتا ہے جس میں ایک فریق کا مال دوسرے کے استعمال میں اس قانونی تحفظ کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ مال جب واپس ہوگا تو بغیر کسی پیدا آور محنت کے دوسرے سے کچھ زائد مال اس وجہ سے لیتا ہے کہ دوسرے نے اس کا مال استعمال کیا ہے۔

رہا یہ سوال کہ قرآن مجید نے معاملہ بیع کو کیوں حلال اور معاملہ ربوٰ کو کیوں حرام ٹھہرایا اور اس کا فلسفہ کیا ہے؟ تو مختصر طور پر اس کا جواب یہ ہے کہ معاملہ بیع کو اس لئے حلال و جائز ٹھہرایا ہے کہ یہ عدل کے مطابق ہے کیونکہ اس میں فریقین آپس میں جو دیتے لیتے ہیں ایک دوسرے کا حق سمجھ کر دیتے لیتے ہیں اور اس میں ان کی حقیقی رضامندی موجود ہوتی ہے جو معاملے کی صحت کے لئے شرط کی حیثیت رکھتی ہے، کچھ واضح الفاظ میں یہ مطلب یہ کہ معاملہ بیع میں تاجر اپنے اصل سرمائے پر خریدار سے جو زائد مال لیتا ہے یعنی

مثلاً سو روپے میں خریدی ہوئی چیز ایک سو دس میں بیچ کر جو دس روپے زائد لیتا ہے اس زائد کے عوض چونکہ اس کی طرف سے محنت موجود ہوتی ہے جو سب کے نزدیک پیدائش دولت کا متفقہ اور مسلمہ عامل ہے لہٰذا وہ اس زائد مال کا حقدار ٹھہرتا ہے اور خریدار اسے حقدار سمجھ کر وہ زائد مال اس کو برضا و خوشی دیتا ہے گویا اس محنت کی اجرت کے طور پر اسے دیتا ہے جو اس نے خرید و فروخت کے سلسلہ میں کی ہوتی ہے۔ بہر حال اس معاملے میں اصل ماہیت میں کسی فریق کی حق تلفی داخل نہیں۔ لہٰذا یہ ظلم کی تعریف میں نہیں آتا بلکہ عدل و قسط کی تعریف میں آتا ہے جس کا قیام و تحفظ اسلام کا بڑا مقصد اور نصب العین ہے۔

اور معاملہ ربوٰ کے حرام ہونے کا فلسفہ یہ ہے کہ اس کی ماہیت اور فطرت میں ظلم و حق تلفی ایک لازمی جزو کی حیثیت سے شامل ہے، اس میں مقرض اپنے مقروض سے قرض کے اصل مال کے ساتھ جو کچھ بھی زائد لیتا ہے وہ اس کا حق نہیں بلکہ مقروض کا حق ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی طرف سے اس زائد مال کے بالمقابل کوئی ایسی حقیقی شے موجود نہیں ہوتی جس کی بنا پر وہ اس کا حقدار ٹھہرتا ہو نہ کوئی پیداوار محنت و مشقت موجود ہوتی ہے جو حق کی بنیاد ہے اور نہ کوئی نقصان وغیرہ کی شکل میں مادی شے موجود ہوتی ہے جو اس زائد مال کا عوض بن سکتی ہو، پھر چونکہ قرض پر دی ہوئی چیز مقرض کی ملکیت سے نکل کر مقروض کی ملکیت میں چلی جاتی ہے اور اس کی حیثیت بالکل وہی ہو جاتی ہے جو اس کی کسی دوسری مملوکہ چیز کی ہو جاتی ہے وہ اس کے ساتھ محنت و مشقت کر کے جو کچھ کماتا ہے وہ سب اسی طرح اس کا حق ہوتا ہے جس طرح اپنے کسی دوسرے مال کے ساتھ محنت کر کے کمایا ہوا مال، اسی طرح مقروض، بطور قرض دیئے ہوئے مال کے استعمال پر کوئی کرایہ وغیرہ بھی نہیں لے سکتا۔ کیونکہ کرائے کیلئے ضروری ہے کہ کرائے پر دی ہوئی چیز اس کی ملکیت میں ہو جس نے کرایے پر دی ہے کیونکہ قرض پر دیا ہوا مال اب اس کی ملکیت نہیں بلکہ مقروض کی ملکیت ہو جاتا ہے، نیز کرائے کے جواز کیلئے ضروری ہے کہ کرائے پر دی جانے والی چیز ایسی ہو جس کے استعمال ہونے سے قیمت و مالیت گھٹتی ہو اور مدت کرایہ ختم ہونے پر مالک کی طرف بعینہٖ نہیں بلکہ نقصان کے ساتھ لوٹتی ہو۔ حالانکہ قرض کا مال جب قرضخواہ کی طرف لوٹتا ہے تو بغیر کسی نقصان کے پورے کا پورا لوٹتا ہے، بہر حال معاملہ ربوٰ میں سود خور اپنے اصل مال سے زائد لیتا ہے۔ وہ کسی طرح اس کا حق نہیں ہوتا بلکہ اس مقروض کا حق ہوتا ہے جس سے وہ لیتا ہے۔ لہٰذا ظلم و حق تلفی، اس معاملے کی ماہیت کا جزو لاینفک ہے۔ اور ظلم و حق تلفی ہے لہٰذا یہ معاملہ بھی حرام ہے۔ علاوہ ازیں اس معاملے میں ایک فریق حقیقی رضا و خوشی کے ساتھ شریک نہیں ہوتا بلکہ اس مجبوری کے تحت شریک ہوتا ہے کہ اس کے پاس حسب

ضرورت اپنا مال نہیں ہوتا کیونکہ جس کے پاس حسب ضرورت اپنا مال ہو وہ کبھی سود پر دوسرے سے قرض نہیں لیتا اور اس معاملہ میں شریک نہیں ہوتا اور چونکہ دوسرے کا مال بغیر اس کی حقیقی رضامندی کے لینا حرام ہے لہٰذا معاملہ ربوٰ حرام ہے۔ کیونکہ اس میں ایک فریق دوسرے کی حقیقی رضامندی کے بغیر اس کا مال لیتا ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ میں اس کا نام اکل بالباطل ہے جس کی سخت ممانعت ہے۔

اب میں اصل مسئلے مزارعت اور قرآن مجید کی طرف آتا ہوں۔ قرآن مجید میں نہ صرف صراحت کے ساتھ معاملہ مزارعت کا ذکر ہے نہ خصوصیت کے ساتھ اس کا کہ وہ حلال و جائز ہے یا حرام و ناجائز، البتہ قرآن مجید کے مذکورہ بالا اصل کلی کی روشنی میں اس کے متعلق قرآنی حکم ضرور معلوم کیا جاسکتا ہے۔ اگر یہ معاملہ بیع کے مشابہ ہے تو از روئے قرآن حلال و جائز اور معاملہ ربوٰ کے مماثل ہے تو حرام و باطل ہے۔

لیکن جب ہم بغور دیکھتے اور اس کا گہرائی کے ساتھ تجزیہ کرتے اور تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو یہ معاملہ، معاملہ بیع نہیں بلکہ معاملہ ربوٰ سے مماثل و مشابہ نظر آتا ہے، وہ یوں کہ جس طرح معاملہ ربوٰ میں سود خور کے لئے اس کی اصل رقم اس کے حق میں محفوظ رہتی اور معاملہ ختم ہونے پر اس کو بے کم و کاست پوری ملتی ہے، اسی طرح معاملہ مزارعت میں مالک کے لئے زمین محفوظ رہتی اور معاملہ ختم ہونے پر پوری کی پوری اسے واپس ملتی ہے۔ کاشت کے بعد اس کی قیمت و مالیت میں کوئی خاص کمی واقع نہیں ہوتی یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ ایک زمین کی قیمت کاشت سے پہلے مثلاً ایک ہزار روپے فی ایکڑ تھی تو کاشت ہو جانے کے بعد اس کی قیمت نو سو روپے فی ایکڑ رہ جاتی ہو بلکہ اس کے برعکس بعض دفعہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ ایک بنجر زمین کو کاشت کار خوب محنت سے بناتا اور کھاد پانی وغیرہ صحیح طور پر دیتا ہے تو کاشت سے اس کی قدر قیمت کچھ بڑھ جاتی ہے، بہر حال زمین ان چیزوں میں سے نہیں جو استعمال ہونے سے گھستی اور پرانی ہوتی ہیں۔ لہٰذا لازماً اس کی قیمت گھٹتی اور کم ہوتی چلی جاتی ہے۔ نیز جسطرح معاملہ ربوٰ میں زائد مال کے عوض سود خوار کی طرف سے کوئی پیدا آور محنت وغیرہ موجود نہیں ہوتی جو اسے زائد مال کا حقدار ٹھہراتی ہو۔ اسی طرح معاملہ مزارعت میں مالک کاشت کار سے پیداوار کا جو حصہ یا نقد وغیرہ لیتا ہے اس کے عوض اور بالمقابل مالک کی طرف سے نہ کوئی پیدا آور محنت ہوتی ہے اور نہ کوئی ایسی شے جو اسے پیداوار وغیرہ کا حقدار بناتی ہو۔ لہٰذا جسطرح معاملہ ربوٰ میں سود خوار دوسرے کا مال ناحق طور پر لیتا ہے اسی طرح معاملہ مزارعت میں مالک زمین، کاشت کار کا مال ناحق طور پر لیتا ہے اور پھر جس طرح معاملہ ربوٰ میں ایک فریق رضا و خوشی

کے ساتھ نہیں بلکہ اس مجبوری کے تحت شریک ہوتا ہے کہ اس کے پاس حسب ضرورت اپنا مال نہیں ہوتا، اسی طرح معاملہ مزارعت میں بھی ایک فریق یعنی مزارع حقیقی رضا و خوشی کیساتھ نہیں بلکہ اس مجبوری کے تحت شریک ہوتا ہے کہ اس کے پاس حسب ضرورت اپنی زمین نہیں ہوتی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جسکے پاس حسب ضرورت اپنی زمین ہو وہ کبھی مزارعت پر دوسرے کی زمین کاشت نہیں کرتا کیونکہ اپنی زمین کاشت کرنے سے اپنی پوری پیداوار ملتی ہے جبکہ مزارعت پر دوسرے کی زمین کاشت کرنے سے پیداوار کا ایک حصہ ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی خوشی کے ساتھ پورے کی بجائے ادھورے کو اختیار نہیں کرتا۔

بہر حال غور سے اور تجزیہ در تجزیہ کر کے دیکھا جائے تو معاملہ مزارعت اپنی حقیقت و ماہیت، اپنے مضمرات و مقتضیات اور اپنے نتائج و اثرات کے لحاظ سے معاملہ ربوٰ کے مشابہ و مماثل نظر آتا ہے لہٰذا قرآن مجید کی رو سے جو حکم ربوٰ کا ہے وہی اس معاملہ کا بھی ہے۔

پھر اس بات کا نہایت واضح ثبوت کہ معاملہ مزارعت، معاملہ ربوٰ کی طرح ہے اس حدیث نبوی ﷺ سے بھی فراہم ہوتا اور وہ اس پر واضح الدلالت ہے جسے امام حاکم نے اپنی حدیث کی کتاب المستدرک میں بیان کیا ہے وہ حدیث اس طرح ہے:

عن ابی الزبیر عن جابرؓ بن عبداللہ قال لما نزلت: الذین یاکلون الربوٰ لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس الآیہ، قال رسول اللہ ﷺ: من لم یذر المخابرۃ فلیوذن بحرب من اللہ ورسولہ، ھذا حدیث صحیح علی شرط المسلم (ص ۲۸۶۔ ج ۲)

"ابو الزبیر نے حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ جب تحریم ربوٰ سے متعلق قرآن مجید کہ یہ آیات نازل ہوئیں: الذین یاکلون الربوٰ لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس... الخ۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مخابرت کو نہ چھوڑے اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اعلان جنگ ہے یا یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے برسرِ پیکار ہے"

یہاں یہ ذہن نشین رہے کہ اس حدیث میں جس مخابرہ کا ذکر ہے وہ مزارعت ہے کیونکہ جیسا کہ پیچھے گزرا حضرت زیدؓ بن ثابت سے جب یہ پوچھا گیا کہ مخابرہ کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا "تیرا زمین کو کاشت کے لئے نصف یا تہائی یا چوتھائی پیداوار پر لینا"

مذکورہ حدیث جسے امام حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح بتلایا ہے اس پر دلالت کرتی ہے کہ مخابرت ومزارعت کا معاملہ ربٰو کے معاملہ کی طرح ہے۔ ایک اس وجہ سے کہ یہ حدیث اس وقت ارشاد فرمائی گئی جب سورۂ بقرہ میں تحریم ربٰو کی آیات نازل ہوئیں اور دوسرے اس وجہ سے کہ اس میں مخابرہ چھوڑنے والوں کیلئے بعینہٖ دھمکی کے وہی الفاظ ہیں جو قرآن مجید میں ربٰو کو نہ چھوڑنے والوں کے لئے فرمائے گئے ہیں یعنی: فان لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله:

علاوہ ازیں دو حدیثیں ایسی بھی ملتی ہیں جن میں اس معاملہ کو صریح طور پر ربٰو فرمایا گیا ہے۔ ایک سنن ابوداؤد، اور معانی الآثار طحاوی کی یہ حدیث:

عن ابن ابی نعم قال حدثنی رافع بن خديج انه زرع ارضا فمر به النبی ﷺ وهو يسقيها فسأله عن الزرع ولمن الارض، فقال زرعی ببذری وعملی، لی الشطر ولبنی فلان الشطر فقال ﷺ وسلم اربيتما فرد الارض علیٰ اهلها وخذ نفقتک

"ابن ابی نعم نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے حضرت رافع بن خدیج نے بتلایا کہ اس نے ایک ایک زمین کاشت کی، وہاں سے نبی ﷺ گزرے جبکہ وہ اسے پانی دے رہا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا کھیتی کس کی ہے اور زمین کس کی ہے، میں نے عرض کیا کھیتی میرے بیج اور عمل سے ہے۔ نصف پیداوار میرے لئے اور نصف بنی فلاں کے لئے ہوگی اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "تم ربٰو میں مبتلا ہو، زمین اس کے مالکوں کو دے دو اور اپنا خرچہ لے لو۔"

اور دوسری حدیث یہ ہے جسے طبرانی نے معجم الاوسط میں بیان کیا ہے:

عن المسور بن مخرمة قال مر رسول الله ﷺ بارض لعبدالرحمن بن عوف فيها زرع فقال يا ابا عبدالرحمن لا تاكل الربوا ولا تطعمه ولا تزدع الا فی الارض ترثها او تورثها او تمنحها (بحوالہ مجمع الزوائد ۱۲۔ج ۴)

"حضرت مسور بن مخرمہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی ایک زمین کے پاس سے گزرے جس میں کھیتی تھی۔ آپ نے فرمایا اے ابو عبدالرحمٰن نہ ربٰو کھاؤ اور نہ کھلاؤ اور کاشت نہ کرو مگر ایسی زمین میں جس کے تم وارث ہو یا فرمایا وارث بنا دیئے گئے یا تمہیں منحت دی گئی ہو"

پہلی حدیث میں اربیتما یا اربیتھما کے الفاظ اور دوسری میں لا تاکل الربوا کے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مزارعت ومخابرت کا یہ معاملہ، ربٰو کی طرح کا معاملہ ہے اور جس طرح ربٰو حرام و

ناجائز ہے اس طرح یہ معاملہ بھی حرام و ناجائز ہے یہی وجہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے رافع بن خدیج کو قبل از وقت اسے فسخ کرنے کا حکم دیا اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو نہی کے ساتھ منع فرمایا۔

مفسرین حضرات میں سے علامہ ابن کثیر نے سورۂ بقرہ والی تحریم ربٰو کی آیات کی تفسیر میں مخابرہ سے متعلق حضرت جابرؓ کی مذکورہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد جو لکھا ہے وہ یہ کہ:

انما حرمت المخابرة وهی المزارعة ببعض ما يخرج من الارض، والمزابنة وهی اشتراء الرطب فی رؤوس النخل بالتمر علی وجه الارض، والمحاقلة وهی اشتراء الحب فی سنبله فی الحقل بالحب علی وجه الارض، انما حرمت هذه الاشياء وما شاكلها حسما لمادة الربو (ص ۳۲۷۔ج ۱، تفسیر ابن کثیر)

"سوائے اس کے نہیں کہ حرام ٹھہرائے گئے ہیں مخابرہ جو پیداوار زمین کے ایک حصہ پر مزارعت کا نام ہے اور مزابنہ جو نام ہے درخت پر لگی تازہ کھجوروں کو زمین پر پڑے خشک چھواروں کے عوض خریدنا اور محاقلہ: جو خوشوں میں محفوظ غلہ کو جو کھڑی کھیتی میں ہو، خشک غلے کے بدلے خریدنا۔ یہ اور اس قسم کے دوسرے معاشی معاملات صرف اس لئے حرام ٹھہرائے گئے ہیں کہ ربٰو کا کلی طور پر خاتمہ ہو جائے۔"

اس عبارت میں علامہ ابن کثیر نے مخابرہ، مزابنہ اور محاقلہ اور ان سے ملتے جلتے دیگر معاشی معاملات کے حرام ہونے کی وجہ اور علت یہ بتائی ہے کہ یہ سب ربوی معاملات ہیں اور یہ کہ ان کو حرام قرار دینے کا مقصد، ربٰو کا پوری طرح قلع قمع کرنا اور اس کو جڑ سے اکھاڑنا ہے، اس عبارت میں یہ بھی وضاحت ہے کہ مخابرہ عین مزارعت ہے۔

دوسرے عظیم مفسر علامہ القرطبی، اپنی جلیل القدر تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں تحریم ربٰو کی آیات میں سے اس آیت: فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

هذا الوعيد الذی وعد الله به فی الربو من المحاربة قد ورد عن النبی ﷺ مثله فی المخابرة عن جابر بن عبدالله قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: من لم يذر المخابرة فليؤذن بحرب من الله ورسوله، وهذا دليل علی منع المخابرة وهی اخذ الارض بنصف او ثلث او ربع ويسمی المزارعة، و اجمع اصحاب مالک كلهم

و الشافعی وابو حنیفة واتباعهم وداؤد علی انه لا یجوز دفع الارض علی الثلث والربع و لا علی جزء لما یخرج من الارض. (ص ۳۶۷۔ ج ۳)

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کی یہ وعید ودھمکی جو ربو کو نہ چھوڑنے والوں کے لئے اللہ نے اس آیت میں فرمائی ہے۔ ٹھیک اسی طرح کی وعید رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ کو نہ چھوڑنے والوں کے لئے بھی فرمائی ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ راوی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا جو مخابرہ کو نہ چھوڑے اس کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ یہ حدیث مخابرہ کے ممنوع ہونے کی دلیل ہے اور مخابرہ نام ہے زمین کو کاشت کے لئے نصف، تہائی یا چوتھائی پیداوار پر لینا دینا اسی کا دوسرا نام مزارعت ہے تمام مالکی علماء امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور ان کے کچھ تبعین اور داؤد ظاہری کا اس پر اجماع ہے کہ زمین کو پیداوار کے تہائی، چوتھائی اور کسی حصہ پر دینا جائز نہیں۔"

علامہ القرطبی کی عبارت مذکور میں ایک تو اس بات کی تصریح ہے کہ مخابرہ ربو کی طرح کا معاملہ ہے۔ دوسری اس بات کی تصریح کہ مخابرہ اور مزارعت ایک معاملہ کے دو نام ہیں جس کی حقیقت یہ ہے کہ زمین کو اس کی پیداوار کے ایک حصہ پر کاشت کے لئے دینا لینا اور تیسری یہ تصریح کہ اس معاملہ کے عدم جواز پر امام مالک اور ان کے ماننے والے تمام علماء، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور ان کے کچھ پیرو، نیز فقہ ظاہری کے امام داؤد متفق ہیں، بہر حال میرا دعویٰ کہ معاملہ مزارعت، معاملہ ربو سے مشابہ ومماثل معاملہ ہے، علامہ ابن کثیر اور علامہ القرطبی کے مذکورہ بیانات سے بخوبی ثابت ہوتا ہے، گویا جو بات میں کہہ رہا ہوں یہ وہی بات ہے جو چوٹی کے بعض مفسرین قرآن اپنی تفسیروں میں لکھ چکے ہیں۔

جہاں تک میرے علم ومطالعہ کا تعلق ہے، مزارعت کے موضوع پر باقاعدہ لکھنے والے علماء کرام نے اپنی بحث وتحقیق کا دائرہ صرف حدیث وفقہ تک محدود رکھا ہے۔ کسی نے قرآن مجید کے حوالے سے اس پر بحث نہیں کی حالانکہ اعتقاد اور دعویٰ ہمیشہ سے علماء کرام کا یہی رہا ہے کہ قرآن حکیم میں حیات انسانی کے ہر مسئلہ کے متعلق تفصیلی اور اجمالی ہدایت ورہنمائی ضرور موجود ہے۔ تفصیلی ہدایت ورہنمائی کا مطلب یہ کہ جزوی صراحت کے ساتھ اس مسئلے کا ذکر اور شرعی حکم مذکور ہے اور اجمالی ہدایت ورہنمائی کا یہ مطلب یہ کہ اصول کلیہ اور مبادی عامہ کے ضمن میں اس کے متعلق ہدایت پائی جاتی ہے۔ میں نے اس دعوے کے مطابق کوشش کی ہے کہ سب سے پہلے مسئلہ مزارعت سے متعلق قرآنی ہدایات معلوم کی جائے۔

سو اس بارے میں اپنی علمی وفکری بساط اور طالب عالمانہ جستجو کے مطابق جو کچھ قرآن مجید میں ہے میں سمجھ سکا ہوں سطور بالا میں پیش کر دیا، یہ صحیح ہے یا غلط، یا کس حد تک صحیح ہے اور کس حد تک غلط؟ اس کا فیصلہ کھلے ذہن کے منصف مزاج علماء کرام ہی کر سکتے ہیں۔ بہر حال اگر کسی کو مجھ سے اتفاق نہ ہو اور وہ میرے نتائج غور وفکر کو صحیح نہ سمجھتا ہو اور ساتھ ہی اس کا یہ دعویٰ ہو کہ مزارعت ایک جائز وحلال معاملہ ہے تو اس پر لازم ہے کہ قرآن مجید سے کوئی دوسرا اصول وکلی تصور پیش کرے۔ جس سے مزارعت کا جواز نکلتا ہو، یہاں محض یہ کہہ دینا صحیح اور کافی نہیں کہ چونکہ علماء سلف اور فقہاء متقدمین نے اس مسئلے کے بارے میں قرآن مجید سے استدلال ضروری نہیں سمجھا لہذا آج ہمیں بھی اس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ علماء سلف کے سامنے یہ مسئلہ اس طرح نہ تھا جس طرح آج ہمارے سامنے ہے اسی طرح ان کے زمانے میں نہ عام طور پر یہ دعویٰ تھا کہ قرآن مجید اصولوں کے لحاظ سے ایک جامع اور کامل کتاب زندگی ہے جس میں حیات انسانی کے ہر مسئلہ کے لئے کم از کم اصولی وکلی ہدایت ضرور موجود ہے اور نہ ان سے یہ مطالبہ تھا کہ مسئلہ مزارعت کے متعلق وہ حدیث کے ساتھ قرآن مجید سے بھی رہنمائی وروشنی پیش کریں اور کیونکہ آج یہ دعویٰ بھی عام ہے اور یہ مطالبہ بھی لہذا ہمارے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم مزارعت جیسے اہم مسئلہ کے متعلق حدیث نبوی کے ساتھ ساتھ قرآن مجید سے بھی کم از کم اصولی ہدایت ضرور پیش کریں اور یہ اس لئے بھی کہ آج کا قانونی ذہن کسی جزوی قانون کی صحت وعدم صحت اور اس کی نظری حیثیت کا تعین اس اصولی تصور سے کرتا ہے جس پر وہ جزوی قانون مبنی ہوتا ہے، علاوہ ازیں کسی خاص مسئلہ کے متعلق جب احادیث وروایات میں اختلاف پایا جاتا ہو بعض سے اس کا جواز اور بعض سے عدم جواز مفہوم ہوتا ہو تو ایسی صورت میں اس اختلاف کو سلجھانے اور دور کرنے کا سب سے بہتر اور صحیح معیار قرآن مجید ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ جو احادیث وروایات قرآن مجید کی اصولی ہدایت کے مطابق ہوں ان کو بے چوں وچرا اختیار کر لیا جائے اور جو مطابق نہ ہوں ان کو معقول توجیہ وتاویل کے ساتھ ترک کر دیا جائے۔

سیدنا شعیب علیہ السلام کی مختصر سرگزشت

مولانا عبدالکریم اثری

شعیب علیہ السلام اور آپ ﷺ کی قوم کا تذکرہ قرآن کی سورۃ الاعراف، ہود، الحجر، الشعراء اور سورۃ العنکبوت میں کیا گیا ہے۔ الاعراف، ہود اور الشعراء میں قدرے تفصیل کے ساتھ اور باقی مقامات پر مختصر۔ شعیب السلام کی بعثت مدین یا مدیان میں ہوئی۔ مدین کسی مقام کا نام نہیں بلکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یہ قبیلہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا جو ان کی تیسری بیوی قطورا سے پیدا ہوا اس لئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ خاندان بنو قطورا کے نام سے معروف ہے۔ اسی طرح ایک خاندان بنو سارہ اور دوسرا بنو ہاجرہ کے نام سے معروف ہے اور تینوں خاندانوں کی اصل سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

''مدین'' اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے سوتیلے بھائی اسمٰعیل علیہ السلام کے پہلو ہی میں یعنی حجاز میں آباد ہوا تھا اور یہی خاندان آگے چل کر ایک بہت بڑا قبیلہ بن گیا اور شعیب علیہ السلام بھی چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے اس لئے ان کی بعثت کے بعد یہ ''قوم شعیب'' کہلایا۔

یہ قبیلہ کس مقام پر آباد تھا؟ قرآن کریم نے اس قبیلہ کی آبادی کے متعلق ہم کو دو باتوں سے متعارف کرایا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے کہ "وان کان اصحب الایکۃ لظلمین . فانتقمنا منھم وانھما لبامام مبین "(الحجر ۱۵: ۷۸، ۷۹) "اور ایکہ والے بھی ظالم تھے تو دیکھ لو کہ ہم نے بھی ان سے انتقام لیا اور ان دونوں قوموں کے (اجڑے ہوئے) علاقے کھلے راستے پر واقع ہیں۔"

ان دونوں سے مراد اصحاب الایکہ اور لوطؑ کی قوم بتائی گئی ہے اور پھر یہ وضاحت کی گئی ہے کہ ''اصحاب الایکہ'' اور ''مدین'' ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ فرق ہے تو صرف یہ کہ ''مدین'' متمدن اور شہری علاقے کے لوگ تھے اور ''اصحاب الایکہ'' دیہاتی اور بدوی قبیلہ جو جنگل اور بن میں آباد تھا اس لئے اس کو بن والا یا جنگل والا کہا گیا ہے کہ ''ھما'' سے مراد اس ایک قبیلہ کی دونوں شاخیں مراد ہیں یعنی دیہاتی اور شہری۔

بہر حال معروف یہی ہے کہ ''مدین'' اور ''اصحاب الایکہ'' ایک ہی قبیلہ ہے جو باپ کی نسبت

سے ''مدین'' کہلایا اور زمین کی طبعی اور جغرافیائی حیثیت سے ''اصحاب الایکہ'' کے لقب سے مشہور ہوا۔

بعض مورخین نے شعیب علیہ السلام کے زمانہ کا تعین کرنے میں ایک سخت غلطی کی ہے اور وہ یہ کہ انہوں نے شعیب علیہ السلام کا زمانہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے کافی بعد بتلایا ہے جو سراسر غلط اور لغو بات ہے۔ اس لئے قرآن کریم نے سورۃ الاعراف میں سیدنا نوحؑ، ہودؑ، صالحؑ، لوطؑ اور شعیب (علیہم السلام) کے ذکر کے بعد فرمایا ثم بعثنا من بعدھم موسیٰ پھر ان سب کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو مبعوث کیا اور یہی بات سورۂ یونس، سورۂ حج، سورۂ ہود اور سورۃ العنکبوت میں کہی گئی۔ دراصل ان مورخین سے غلطی یہ ہوئی کہ انہوں نے شعیا علیہ السلام کی جگہ شعیب علیہ السلام تحریر کر دیا اس لئے کہ جس زمانہ کی نشاندہی کی گئی وہ بلاشبہ شعیا کا زمانہ ہے۔ (قصص الانبیاء للنجاری مصری ص ۱۸۵)

بہر حال شعیب علیہ السلام جب اپنی قوم میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بداعمالیوں کا ارتکاب صرف افراد و آحاد میں ہی نہیں ہے بلکہ ساری قوم کی قوم گرداب ہلاکت میں ہے اور اپنی بداعمالیوں میں اس قدر سرمست و سرشار ہے کہ ایک لمحہ کیلئے بھی ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے سب کا سب معصیت اور گناہ ہے بلکہ وہ اپنے ان اعمال کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ ساری بداخلاقیوں کی فہرست تو بہت لمبی ہے لیکن جن قبیح امور نے خصوصیت کے ساتھ ان میں رواج پالیا تھا وہ یہ تھے:

۱۔ بت پرستی اور مشرکانہ رسم و رواج۔ ۲۔ خرید و فروخت میں کم تولنا، کم ماپنا بلکہ دوسرے کو اس کے حق سے کم دینا اور خود اپنے حق سے زیادہ لینا۔ ۳۔ اشیاء خوردنی اور دوسری ساری اشیاء صرف میں کھوٹ ملانا۔ ۴۔ رہی ہے وہی کچھ اس وقت شعیب علیہ السلام کی قوم کرتی تھی۔

قوموں کے عام رواج کے مطابق دراصل اس وقت ان کی رفاہیت، خوش عیشی، دولت و ثروت کی فراوانی، زمین اور باغوں کی بہتات اور زرخیزی و شادابی نے ان کو اس قدر مغرور بنا دیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی ذاتی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور ایک ساعت کیلئے بھی ان کے دل میں یہ خطرہ نہیں گزرا تھا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطا و بخشش ہے کہ وہ شکر گزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔ مختصر یہ کہ ان کی فارغ البالی نے ان میں طرح طرح کی بداخلاقیوں اور قسم قسم کے عیوب پیدا کر دیئے جن کو آج کل کے ماحول میں سمجھنا کوئی مشکل بات نہیں۔

آخر الٰہی قانون حرکت میں آیا اور سنت اللہ کے مطابق ان کو راہ دکھانے، فسق و فجور سے

بچانے اور امین و متقی اور باخلاق بنانے کیلئے انہی میں سے ایک ہستی کو چن لیا اور شرف نبوت و رسالت سے نواز کر اس کو دعوت اسلام اور پیغام حق کا امام بنایا یہ ہستی شعیب علیہ السلام کی ذات گرامی تھی۔

اللہ کی وحدانیت اور شرک سے بیزاری کا اعتقاد تو تمام نبیوں اور رسولوں کی تعلیم کی مشترک بنیاد اور اصل ہے جو سیدنا شعیب علیہ السلام کے حصہ میں بھی آئی تھی مگر قوم کی مخصوص بداخلاقیوں پر توجہ دلانے اور ان کو راہ راست پر لانے کیلئے انہوں نے اس قانون کو بھی اہمیت دی کہ خرید و فروخت کے معاملہ میں یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو جس کا حق ہے وہ پورا پورا اس کے ملے کہ دینوی معاملات میں بھی ایک ایسی بنیاد ہے جو متزلزل ہو جانے کے بعد ہر قسم کے ظلم و فسق و فجور اور اسی طرح کی دوسری خرابیوں اور بداخلاقیوں کا باعث بنتی ہے۔

الغرض شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کی بداعمالیوں کو دیکھ کر سخت دکھ محسوس کیا اور رشد و ہدایت کی تعلیم دیتے ہوئے قوم کو انہی اصولوں کی طرف بلایا جو دوسرے انبیائے کرام ؑ کی دعوت و ارشاد کا خلاصہ ہیں۔ فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگو! ایک اللہ کی عبادت کرو اس کے علاوہ کوئی پرستش کے لائق نہیں اور خرید و فروخت میں ناپ تول کو پورا رکھو اور لوگوں کے ساتھ معاملات میں کھوٹ نہ کرو اور نہ ہی لوگوں کی چیزوں میں کھوٹ ملاؤ۔ کل تک ممکن ہے کہ تم کو ان بداخلاقیوں کی برائیوں کا حال معلوم نہ ہوا ہو مگر آج تمہارے پاس اللہ کی حجت، نشانی اور برہان آ چکی ہے اس لئے اب جہل و نادانی، عفو و درگزر کے قابل نہیں رہی۔ حق کو قبول کرو اور باطل سے باز آؤ کہ یہی کامیابی اور کامرانی کی راہ ہے اور اللہ کی زمین میں فتنہ و فساد نہ کرو جب کہ اللہ نے اس کی صلاح و خیر کے تمام سامان مہیا کر دیے ہیں۔ اگر تم ایمان و یقین کی دولت و صداقت موجود ہے تو سمجھ لو کہ یہی فلاح و بہبود کی راہ ہے اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ دعوت حق کی راہ کو روکنے اور لوگوں کو لوٹنے کے لئے ہر راہ پر جا بیٹھو اور جو آدمی بھی ایمان لائے اس کو اللہ کی راہ اختیار کرنے پر دھمکیاں دینے لگو اور اس کج روی پیدا کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ اے میری قوم کے لوگو! اس وقت کو یاد کرو اور اپنے اللہ کا احسان مانو کہ تم بہت تھوڑے تھے پھر اللہ نے تم کو امن و عافیت دے کر تمہاری تعداد کو بیش از بیش بڑھا دیا۔

اے میری قوم کے لوگو! ذرا اس پر بھی غور کرو کہ جن لوگوں نے اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے کا شیوہ اختیار کیا تھا ان کا انجام کس قدر عبرتناک ہوا اگر تم میں سے ایک جماعت مجھ پر ایمان لے آئی اور ایک جماعت ایمان نہیں لائی تو صرف اتنی سی بات پر معاملہ ختم ہو جانے والا نہیں بلکہ صبر کے ساتھ انتظار

کرو تا آنکہ اللہ ہمارے درمیان آخری فیصلہ کر دے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ شعیب علیہ السلام نہایت ہی فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ شیریں کلامی، حسن خطابت، طرز بیان اور طاقت لسانی میں بہت نمایاں امتیاز رکھتے تھے اس لئے وہ آج تک خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ پس انہوں نے نرم و گرم ہر طریقہ سے قوم کو رشد ہدایت کے یہ کلمات ارشاد فرمائے مگر اس بدبخت قوم پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا اور چند ضعیف اور کمزور ہستیوں کے علاوہ کسی نے پیغام برحق پر کان نہ دھرا وہ خود بھی اس طرح کے اس طرح بداعمال رہے اور دوسروں کی راہ بھی مارتے رہے۔ وہ راستوں میں بیٹھ جاتے اور شعیب علیہ السلام کے پاس آنے جانے والوں کو قبول حق سے روکتے اور اگر موقع لگ جاتا تو لوگوں کو لوٹ بھی لیتے اور اگر اس پر بھی کوئی خوش قسمت حق پر لبیک کہہ دیتا تو اسے ڈراتے دھمکاتے اور طرح طرح سے کج روی پر آمادہ کرتے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود شعیب علیہ السلام کی دعوت کا سلسلہ برابر جاری رہا تو ان میں سے سربرآوردہ لوگوں نے جن کو اپنی شوکت و طاقت پر غرور تھا شعیبؑ سے کہا اے شعیبؑ دو باتوں میں سے ایک ضرور ہو کر رہے گی یا ہم تجھ کو اور تجھ پر ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دیں گے اور تیرا دیس نکالا کریں گے یا تم کو مجبور کریں گے کہ تم بھی سارے کے سارے پھر ہمارے دین میں واپس آ جاؤ جو ہمارے باپ دادا کا دین ہے۔

شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر ہم تمہارے دین کو غلط اور باطل سمجھتے ہوں تب بھی زبردستی مان لیں یہ تو بڑا ظلم ہے؟ اور جب کہ ہم کو اللہ رب العزت نے تمہارے اس دین سے نجات دے دی تو پھر ہم اس کی طرف لوٹ جائیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ ہم نے جھوٹ بول کر اللہ پر بہتان باندھا۔ یہ ناممکن ہے ہاں! اگر اللہ کی یہی مرضی ہو تو وہ جو چاہے گا کرے گا ہمارے رب کا علم تمام چیزوں پر چھایا ہوا ہے ہمارا تو صرف اسی پر بھروسہ ہے۔ اے ہمارے رب! تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق اور سچائی کے ساتھ فیصلہ فرما دے تو ہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ قوم کے سرداروں نے جب شعیب علیہ السلام کا یہ عزم و استقلال دیکھا تو اب ان سے روئے سخن پھیر کر اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگے خبردار! اگر تم نے شعیب کا کہنا مانا تو تم ہلاک و برباد ہو جاؤ گے۔

شعیب علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس لئے بھیجا ہے کہ میں اپنے مقدور بھر تمہاری اصلاح کی کوشش کروں اور میں جو کچھ کہتا ہوں اس کی صداقت اور سچائی کیلئے اللہ کی حجت، دلیل اور نشانی بھی پیش کر رہا ہوں مگر افسوس کہ تم اس واضح حجت کو دیکھ کر بھی سرکشی و نافرمانی پر قائم

ہو اور مخالفت کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو تم سے چھوٹا ہوا ہو، پھر میں تم سے اپنی رشد و ہدایت کے بدلہ میں کوئی اجرت بھی نہیں مانگتا اور نہ ہی کسی دنیوی نفع کا طالب ہوں میرا اجر تو اللہ کے پاس ہے اور اگر تم اب بھی نہ مانو گے تو مجھے ڈر ہے کہ کہیں اللہ کا عذاب تم کو ہلاک و برباد نہ کر ڈالے اس کا فیصلہ اٹل ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ اس کو رد کر دے۔ وہ پچھلی دعوتوں کے ساتھ یہی کرتا آیا ہے اور اب بھی وہی کچھ کرے گا کون ہے جو اس کو اس سے روک سکے۔ قوم کے سردار تیوری چڑھا کر بولے شعیب کیا تیری نماز ہم سے یہ چاہتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے بزرگوں، دیوتاؤں اور پیروں کو پوجنا چھوڑ دیں۔ اور ہم کو اپنے مال و دولت میں یہ اختیار ہی نہ ہے کہ جس طرح چاہیں معاملہ کریں۔ اگر ہم کم تولنا چھوڑ دیں۔ لوگوں کی اشیاء صرف میں کھوٹ نہ کریں تو مفلس و قلاش ہو کر رہ جائیں۔ پس کیا ایسی تعلیم دینے میں تجھ کو کوئی متین اور سچا رہبر کہہ سکتا ہے۔

شعیب علیہ السلام نے نہایت ہی دل سوزی اور محبت کے ساتھ فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگو! مجھے یہ خوف لگ رہا ہے کہ تمہاری یہ بیباکیاں اور اللہ کے مقابلہ میں نافرمانیاں کہیں تمہارا بھی وہی انجام نہ کر دیں جو تجھ سے پہلے قوم نوحؑ، قوم ہودؑ، قوم صالحؑ اور قوم لوطؑ کا ہوا۔ اب بھی کچھ نہیں گیا اپنے اللہ کے سامنے جھک جاؤ اور اپنی بدکرداریوں کیلئے بخشش کے طلب گار بن جاؤ اور ہمیشہ کیلئے ان سے تائب ہو جاؤ بلاشبہ میرا پروردگار رحم کرنے والا اور بہت ہی مہربان ہے وہ تمہاری تمام خطائیں بخش دے گا۔ قوم کے سرداروں نے یہ سن کر جواب دیا۔ اے شعیب! ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا تو کیا کہتا ہے؟ تو ہم سب سے کمزور اور غریب ہے اگر تیری باتیں سچی ہوتیں تو تیری زندگی ہم سے زیادہ اچھی ہوتی اور سن لے کہ ہم کو صرف تیرے خاندان کا ڈر ہے ورنہ تجھ کو سنگسار کر کے رہتے تو ہرگز ہم پر غالب نہ آ سکتا۔ یہ باتیں سن کر شعیب علیہ السلام نے فرمایا افسوس ہے تم پر! کیا تمہارے لئے اللہ کے مقابلہ میں میرا خاندان زیادہ ڈر کا باعث رہا ہے حالانکہ میرا رب تمہارے تمام اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور وہ دانا و بینا ہے۔ بہر حال اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو تم وہ سب کچھ کرتے رہو جو کر رہے ہو عنقریب اللہ کا فیصلہ بتا دے گا کہ عذاب کا مستحق کون ہے اور کون جھوٹا اور کاذب ہے۔ تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں؟

انجام کار وہی ہوا جو قانون الٰہی کا ابدی و سرمدی فیصلہ ہے یعنی حجت و برہان کی روشنی آنے کے بعد بھی جب باطل پر اصرار ہو اور اس کی صداقت کا مذاق اڑایا جائے اور اس کی اشاعت میں رکاوٹیں ڈالی جائیں تو پھر اللہ کا عذاب اسی مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کر دیتا ہے اور آنے والی قوموں کیلئے اس کو عبرت و

موعظت بنا دیتا ہے۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں قوم شعیب کو دو قسم کے عذاب نے آگھیرا یعنی جیسا کہ اس سے پہلے لوط علیہ السلام قوم کے ساتھ ہوا تھا۔ ایک زلزلہ کا عذاب اور دوسرا آگ کی بارش کا عذاب یعنی جب وہ لوگ اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے تو یکایک ایک ہولناک زلزلہ آیا اور ابھی یہ ہولناکی ختم نہ ہوئی تھی کہ اوپر سے آگ برسنے لگی اور نتیجہ یہ نکلا کہ صبح کو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کل کے سرکش اور مغرور آج گھٹنوں کے بل اوندھے جھلسے ہوئے پڑے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے کہ:

فاخذتهم الرجفة فاصبحوا في دارهم جثمين (الاعراف ۷:۹۱) ”پس ایسا ہوا کہ لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں آلیا اور جب ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔

فكذبوه فاخذهم عذاب يوم الظلة انه كان عذاب يوم عظيم (الشعراء ۲۶:۱۸۹) ”انہوں نے اسے جھٹلا دیا آخر کار بادل والے عذاب نے (جسے میں آگے تھی) آ پکڑا۔ بلاشبہ وہ بڑے ہی ہولناک دن کا عذاب تھا“

شعیب علیہ السلام کے ایک ارشاد پر بعض مفسرین نے کچھ ناٹک ٹوئی لگائی ہے کہ آپ نے قوم کے ایک سوال کے جواب میں فرمایا ہے کہ:

وما يكون لنا ان نعود فيها الا ان يشاء الله ربنا (الاعراف ۷:۸۹) ہمارے لئے ممکن نہیں اب قدم پیچھے ہٹائیں ہاں! اللہ اگر چاہے تو ایسا ہو سکتا۔ اعتراض یہ ہے کہ یہ استثنائی صورت کونسی ہے؟ کیا اللہ ایسے چاہے گا۔ ذرا غور کرو کہ شعیب علیہ السلام نے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے جس میں آپ اور آپ پر سارے ایمان لانے والے شامل ہیں۔ تو ایسا ممکن ہے کہ آپ پر ایمان لانے والوں میں سے وہ کسی کو ڈرا دھمکا کر بہکا لیں تو ایسا ہونا ممکن ہے اس لئے سب کی ذمہ داری لینا ممکن نہیں ہو سکتا اس لئے آپ نے پہلے ہی استثنائیہ جملہ ارشاد فرما دیا۔

یہ اس صورت میں ہے جب ”فیھا“ کی ضمیر کا مرجع مذکورہ ملت ہی سمجھا جائے مگر ہمارے نزدیک اس کا مرجع قریہ بھی ہو سکتا ہے جس کا ذکر پہلے گزر چکا پس ”عود“ سے مراد عود الی الملۃ نہیں بلکہ عود الی القریہ ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم خود ہی اس بستی کو چھوڑ کر جانے والے ہیں پھر جب اللہ چاہے گا تو ہم فاتحانہ طور پر اس میں داخل ہوں گے یا تمہارے عذاب دیئے جانے کے بعد تمہاری نعشوں کو دیکھنے کیلئے حاضری دیں گے اور پھر ایسا ہی ہوا جب اللہ نے چاہا۔

اس کے بعد اس جگہ ان آیات کریمات کو جمع کر دیا جاتا ہے جن آیات میں شعیب علیہ السلام کی دعوت کا بیان آیا ہے اگرچہ اس سے پہلے جو کچھ تحریر کیا گیا وہ بھی انہی آیات کا ماحصل ہے بہرحال ان آیات کا ترجمہ اس جگہ دیا جا رہا ہے اور آیات کی تلاوت مقصود ہو تو متن قرآن کریم سے مطالعہ کریں اور تفسیر کے دیکھنے کی ضرورت ہو تو تفسیر پر نظر کرلیں۔

''اور مدین کی بستی میں شعیبؑ کو بھیجا گیا کہ وہ انہی کے بھائی بندوں میں سے تھا۔ اس نے کہا اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ دیکھو تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل تمہارے سامنے آچکی۔ پس چاہئے کہ ماپ پورا پورا کیا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو ملک کی درستی کے بعد اس میں خرابی نہ ڈالو۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو تو یقین کرو اس میں تمہارے لئے بہتری ہے اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ (لوگوں کے روکنے کیلئے) ہر راستہ پر جا بیٹھو اور جو آدمی بھی ایمان لائے اسے دھمکیاں دے کر اللہ کی راہ سے روکنے لگو اور اس میں کجی ڈالنے کے درپے ہو جاؤ۔ اللہ کا احسان یاد کرو کہ تم بہت تھوڑے تھے اس نے تمہاری تعداد زیادہ کر دی اور پھر غور کرو کہ جن لوگوں نے فساد کا شیوہ اختیار کیا تھا انہیں کیسا کچھ انجام پیش آچکا ہے اور اگر ایسا ہے کہ تم میں سے ایک گروہ اس تعلیم پر ایمان لے آیا ہے جس کی تبلیغ کیلئے میں بھیجا گیا ہوں اور دوسرا گروہ وہ جس کو اس پر یقین نہیں صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اس پر قوم کے سرداروں نے جنہیں گھمنڈ تھا کہا کہ اے شعیب یا تو تجھے اور ان سب کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں ہم اپنے شہر سے ضرور نکال باہر کریں گے یا تمہیں مجبور کر دیں گے کہ ہمارے دین میں لوٹ آئیں حالانکہ اللہ نے ہم کو اس سے نجات دے دی ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے جھوٹ بولتے ہوئے اللہ پر بہتان باندھا۔ ہمارے لئے ممکن نہیں کہ اب ہم قدم پیچھے ہٹائیں۔ ہاں! اللہ جو چاہے گا وہ ہو گا، کوئی چیز نہیں جس پر وہ اپنے علم سے چھایا ہوا نہ ہو، ہمارا تمام بھروسا اسی پر ہے۔ اے پروردگار! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچائی کے ساتھ فیصلہ کر دے تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ قوم کے سرداروں نے جو شعیبؑ کی تعلیم سے انکاری تھے کہا کہ اگر تم نے شعیبؑ کی پیروی کی تو بس سمجھ لو کہ تم برباد ہوئے۔ پس ایسا ہوا کہ ایک لرزا دینے والی ہولناکی نے انہیں آلیا اور جب ان پر صبح ہوئی تو گھروں میں اوندھے منہ پڑے تھے۔ جن لوگوں نے شعیبؑ کو جھٹلایا تھا وہی برباد ہونے والے تھے۔ بہرحال شعیبؑ ان سے کنارہ کش ہو گیا اس نے کہا بھائیو! میں نے پروردگار کے پیغامات تمہیں پہنچا دیے

تھے اور تمہاری بہتری چاہی تھی تو میں نہ ماننے والوں پر اب کیسے افسوس کروں؟'' (الاعراف ۷: ۸۵ تا ۹۳)

''اور ہم نے قبیلہ مدین کی طرف اس کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا۔ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ماپ تول میں کمی نہ کیا کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خوش حال ہو، اللہ نے تمہیں بہت کچھ دے رکھا ہے، میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا ایسا دن نہ آجائے جو سب پر چھا جائے گا اور اے میری قوم کے لوگو! ماپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو، ملک میں شر و فساد پھیلاتے نہ پھرو، اگر تم کہا مانو تو جو کچھ اللہ کا دیا تمہارے لئے بچ رہے اس میں تمہارے لئے بہتری ہے اور دیکھو میں تم پر کچھ نگہبان نہیں۔

لوگوں نے کہا اے شعیبؑ! کیا تیری یہ نمازیں تجھے یہ حکم دیتی ہیں کہ ہمیں آکر کہے کہ ان معبودوں کو چھوڑ دو جنہیں تمہارے باپ دادا پوجتے رہے ہیں یا یہ کہ تمہیں اختیار نہیں کہ اپنے مال میں جس طرح کا تصرف کرنا چاہو کرو؟ بس تم ہی ایک نرم دل اور راست باز آدمی رہ گئے ہو۔ شعیبؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل روشن رکھتا ہوں اور اس کے فضل و کرم کا یہ حال ہو کہ اچھی روزی عطا فرما رہا ہو اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس بات سے تمہیں روکتا ہوں اس سے تمہیں تو روکوں اور خود اس کے خلاف چلوں۔ میں اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ جہاں تک میرے بس میں ہے اصلاح حال کی کوشش کروں، میرا کام بنتا ہے تو اللہ ہی کی مدد سے بنتا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اے میری قوم کے لوگو! میری ضد میں آکر کہیں ایسی بات نہ کر بیٹھنا کہ تمہیں بھی ویسا ہی معاملہ پیش آجائے جیسا قوم نوحؑ کو یا قوم صالحؑ کو پیش آچکا ہے اور قوم لوطؑ تو تم سے کچھ دور نہیں۔

''اور دیکھو اللہ سے معافی مانگو، اس کی طرف لوٹ جاؤ، میرا پروردگار بڑا ہی رحمت والا ہی محبت والا ہے۔ لوگوں نے کہا اے شعیبؑ! تم جو کچھ کہتے ہو اس میں سے اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہم لوگوں میں ایک نہایت ہی کمزور آدمی ہو اگر تمہاری برادری کے آدمی نہ ہوتے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیتے تمہاری ہمارے سامنے کوئی ہستی نہیں۔ شعیبؑ نے کہا اے میری قوم کے لوگو! کیا اللہ سے بڑھ کر تم پر میری برادری کا دباؤ ہے؟ اور اللہ تمہارے لئے کچھ نہ ہوا کہ اسے پیچھے ڈال دیا؟ اچھا جو کچھ تم کرتے ہو میرے احاطہ علم سے باہر نہیں۔ اے میری قوم کے لوگو! تم اپنی جگہ کام کئے

جاؤ میں بھی سرگرمِ عمل ہوں، بہت جلد معلوم کر لو گے کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے گا اور کون فی الحقیقت جھوٹا ہے، انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

''اور پھر ہماری ٹھہرائی ہوئی بات کا وقت آپہنچا تو ایسا ہوا کہ ہم نے شعیب کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچالیا اور جو لوگ ظالم تھے انہیں ایک سخت آواز نے آپکڑا پس جب صبح ہوئی تو اپنے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے تھے۔ وہ اس طرح اچانک ہلاک ہو گئے گویا ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ تو سن رکھو کہ قبیلہ مدین کیلئے بھی محرومی ہوئی جس طرح قوم ثمود کیلئے محرومی ہوئی تھی۔''

''اصحاب الایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا، یاد کرو جب کہ شعیب نے ان سے کہا تھا، کیا تم ڈرتے نہیں، میں تمہارے لئے ایک امانت دار رسول ہوں، لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو میں اس کام پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے، دیکھو ماپ تول کو ٹھیک کرو اور کسی کو کم تول ناپ کر نہ دو، صحیح ترازو سے تولو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو، زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اور اس ذات کا خوف کرو جس نے تمہیں اور گزشتہ نسلوں کو پیدا کیا ہے۔ قوم کے لوگوں نے کہا تو محض ایک سحر زدہ آدمی ہے اور تو کچھ نہیں ہے مگر ایک انسان ہم ہی جیسا اور ہم تو تجھے بالکل جھوٹا سمجھتے ہیں۔ اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادے۔ شعیب نے کہا، میرا رب جانتا ہے کہ جو کچھ تم کر رہے ہو انہوں نے اسے جھٹلا دیا آخر کار بادل والے دن کا عذاب (جس میں آگ بھی تھی) ان پر آگیا اور وہ بڑے ہی خوفناک دن کا عذاب تھا۔'' (الشعراء ۲۶:۱۷۶ تا ۱۸۹)

''اور طرف مدین کی ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اور روزِ آخرت کے امیدوار رہو اور زمین میں مفسد بن کر زیادتیاں نہ کرتے پھرو مگر انہوں نے اسے جھٹلا دیا اور آخر کار ایک سخت زلزلے نے انہیں آلیا اور وہ اپنے گھر میں پڑے کے پڑے رہ گئے۔'' (العنکبوت ۲۹:۳۶ تا ۳۷)

شعیب علیہ السلام کی دعوت کو اختصار کے ساتھ بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ قارئین کے ذہن میں کچھ نہ کچھ باتیں تو ضرور رہ جائیں۔

۱۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ سارہ، ہاجرہ، اور قطورا اور تینوں بیویوں میں اولاد بھی تھی۔ اس لئے آپؑ کی اولاد بنو سارہ، بنو ہاجرہ اور بنو قطورا کے نام سے معروف ہوئی۔ شعیب علیہ السلام کا

تعلق بنو قطورا کی شاخ سے تھا۔ قطورا کے ہاں چھ بیٹے پیدا ہوئے تھے جن میں ایک کا نام ''مدیان'' یا ''مدین'' تھا اور یہی شخص اپنے خاندان کے نام کا باعث ہوا اور قبیلہ مدین کے نام سے معروف ہوا۔

۲۔ ''اصحاب الایکہ'' اور ''قوم مدین'' ایک ہی قوم کے دو نام ہیں اس لئے شعیب علیہ السلام قوم مدین کے نبی ہوئے اور اصحاب الایکہ کے نبی بھی کہلائے۔

۳۔ شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ ماپ تول میں خیانت نہ کرو، نہ تو حق سے زیادہ لو، نہ حق سے کم دو اور ملک میں شر و فساد نہ پھیلاتے پھرو یعنی لوٹ مار اور ڈاکہ زنی نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں آجاؤ۔

۴۔ لوگوں نے کہا تم اپنے اللہ کی جتنی عبادت کرنی چاہو کرو لیکن کیا تمہاری نمازیں یہ بھی کہتی ہیں کہ دوسروں کو ان کی راہ سے ہٹاؤ؟ اور پھر وہ بھی اس راہ سے ہٹاؤ جس پر ان کے باپ دادا چلتے آئے ہیں؟

۵۔ ہم اپنے مال کے خود مالک ہیں اس لئے خود مختاری سے جس طرح چاہیں خرچ کریں تم اپنے ماپ تول کی باتیں رہنے دو معلوم ہوتا ہے کہ ساری دنیا میں صرف آپ ہی ایک نیک اور خوش معاملہ آدمی ہو؟ کیا سارے غلط ہیں اور تم ہی صحیح ہو؟

۶۔ شعیب علیہ السلام نے کہا اگر اللہ نے مجھ پر علم و بصیرت کی راہ کھول دی ہو اور میں بتا رہا ہوں کہ تم ہلاکت کی طرف گامزن ہو تو بتاؤ کہ میرا فرض نہیں کہ تم کو بتلاؤں کہ سلامتی کی راہ کیا ہے؟

۷۔ تم میری ضد میں آکر کیوں حق سے منہ موڑتے ہو؟ میں ایسا تو نہیں کرتا کہ تمہیں ایک بات سے روکوں اور پھر خود وہی کرنے لگوں میں تم کو وہی بات کہتا ہوں جس پر خود عمل کرتا ہوں۔

۸۔ تم میری تبلیغ سے بگڑتے کیوں ہو؟ میں تم پر نگہبان بن کر تو آیا نہیں کہ تم کو مجبور کروں، میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے بس میں ہے اور میرے کام کو بننا ہے تو اللہ ہی کی مدد سے بننا ہے۔ میرا بھروسہ تو صرف اور صرف اسی پر ہے۔

۹۔ بحر قلزم کی جو شاخ عرب اور جزیرہ نما سینا کے درمیان سے گزرتی ہے اس کے کنارے مدین کا قبیلہ آباد تھا چونکہ یہ جگہ شام افریقہ اور عرب کے تجارتی قافلوں کا نقطہ اتصال تھا اس لئے اشیاء تجارت کے مبادلہ کی بڑی منڈی بن گئی اور لوگ خوش حال ہو گئے اس لئے شعیبؑ نے کہا کہ لوگو میں تم کو خوش حال پاتا ہوں۔